ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

بنظر کرم
آفتاب علم وحکمت
پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت پیر محمد علاؤ الدین صدیقیؒ
نیریاں شریف

بنظر کرم
پیر طریقت رہبر شریعت
پیر محمود اختر نقشبندی قادری
آستانۂ عالیہ منیاندہ شریف

مسلسل اشاعت کا چودھواں سال

ماہنامہ
مجلّہ

کرم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدیر اعلیٰ
خلیفہ حاجی محمد شریف نقشبندی

نائب مدیر
محمد عاصم شریف نقشبندی

مجلس مشاورت

○ ڈاکٹر سید محمد عبدالرحمٰن شاہ
اسسٹنٹ پروفیسر
یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (ٹیکسلا)

○ محمد نعیم الدین الازہری
ڈپٹی ایچ او ڈی شعبہ عربی،
الکرم انسٹیٹیوٹ، بھیرہ شریف

○ محمد شاہد خان الازہری
ایم فل، ریسرچ سکالر الازہر یونیورسٹی، مصر

○ محمد ثاقب شریف الازہری
ایم فل، ریسرچ سکالر الازہر یونیورسٹی، مصر

فہرست مضامین

حمد	2
نعت شریف	3
ذی قعدہ کی فضیلت	4
فضیلت علماء	7
چہرے کا پردہ، قرآن مجید کی روشنی میں	12
نماز جنازہ کی ادائیگی کے آداب	16
اُمت پر حضور ﷺ کے حقوق	19
بزرگان دین کا عرس کیوں اور کیسے منائیں	24
ایک سکالر کا دین کے مسلمات کے بارے میں توہین آمیز رویہ	26
ھدیہ تحسین، اعلان داخلہ	31
تعزیت نامہ	32

قیمت فی مجلہ 25 روپے
سالانہ چندہ 250 روپے

Gmail: karm-e-mustafa@gmail.com

انچارج کمپوزنگ اینڈ سرکولیشن
عبدالرحمٰن صدیقی : 0301-6748516

حمد باری تعالی

ہے تو ہی ربّ کبریا اے مالک ارض و سما
تو مالک روز جزا اے مالک کے ارض و سما
تیری قدرت کار فرما ہر جگہ ہے ہر لمحہ
ہر چیز ہے قدرت نما اے مالکِ ارض و سما
ہے تو ہی خلاقِ جہاں ہے تو ہی رزاق جہاں
ہے ہر کسی پہ لطف تیرا اے مالک ارض و سما
تو نے بھیجے ہیں ہدایت کے لئے سب انبیاء
ہیں تیرا راہ راہ ھدی اے مالکِ ارض و سما
تو نے بخشی نعمتیں بے انتہا انسان کو
اے صاحب جود و عطا اے مالک ارض و سما
تیری بخشش ہے سبب بخشش جرم و خطا
ہے تیری بخشش بے بہا، اے مالک ارض و سما
تیرے غضب وقہر سے ڈرتی ہے ساری کائنات
ہے اتنا تیرا دبدبہ اے مالکِ ارض و سما
جن و انسان وملک سب ہیں ترے ہی حمد گو
اے خدا ،اے کبریا ،اے مالکِ ارض و سما
ذکر تیرا لب پہ میرے جاری و ساری رہے
توفیق اتنی کر عطا اے مالکِ ارض و سما
تیرے ہی انوار کے پر تو ہیں اول روز سے
یہ نجوم و مہر وماہ اے مالک ارض و سما
عفو و بخشش کرعطا قاسمؔ کو بھی میرے خدا
دے بخش اس کے سب گناہ اے مالکِ ارض و سما
(ازابوالمکرّم احمد حسین قاسمؔ الحیدری سہنسہ، ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

نعت شریف

ہے مری نگاہ بھی تیری رحمتوں پر
تری بخششوں پر تیری برکتوں پر
تری عظمتوں کا تصدق ہے سارا
کہ افضل ہے امت تری امتوں پر
اگر نظر رحمت تیری مجھ پہ ہے تو
میں پالوں گا غلبہ بھی کلفتوں پر
منکر کو دکھلائیں اعجاز اپنے
یقین میرا ہے آپ کی عظمتوں پر
نکھرا نہ ہو ہر گل چمن کیسے
گذارہ ہے اس کا تیری تزہتوں پر
تو محبوب غفار ہے میرے آقا
نظر رکھ نہ میری بری حرکتوں پر
عمل نامہ دیکھیں گے کیوں میرے آقا
خبر آپ کو ہے میری حالتوں پر
نبی کی محبت ،نبی کی عقیدت
مقدم رکھوں گا میں سب اُلفتوں پر
ہمیں فکر عقبٰی ہے قاسم ہمیشہ
بھروسہ ہو کیاعا رضی لذتوں پر

ازابوالکرم احمد حسین قاسم الحیدری سہنسہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

ذی قعدہ کی فضیلت

محمد افضال (متعلم ادارہ ھذا)

ماہِ ذی قعدہ (جسے حج کا دوسرا مہینہ اور چار عظمتوں والے مہینوں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں سے پہلا مہینہ کہا جاتا ہے) اسلامی تقویم کے اعتبار سے گیارھواں مہینہ کہلاتا ہے۔ اس مہینے کی عظمت وفضیلت کے لئے یہی کچھ کافی ہے کہ اس میں عام طور پر دُنیا بھر سے ''حج'' جیسی عظیم الشان عبادت ادا کرنے کیلئے حجاجِ کرام حرمین شریفین کی طرف رخت سفر باندھ کر وہاں کی حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ماہِ ذی قعدہ کو خصوصی شرف وفضیلت بخشی ہے اور اس کو اُن 4 مہینوں میں شامل فرمایا ہے کہ جن کی عظمت و بزرگی اسلام سے پہلے بھی تھی اور اسلام کے بعد بھی ہے، اور وہ 4 مہینے یہ ہیں: (1) ذی قعدہ (2) ذی الحجہ (3) محرم (4) رجب۔

اسلام کے آغاز تک ان چاروں مہینوں میں جہاں عبادت واطاعت کی خاص فضیلت تسلیم کی جاتی تھی تو وہیں ان میں جہاد وقتال وغیرہ کرنا بھی منع سمجھا جاتا تھا، اور اسلام میں تو اب بھی ان مہینوں میں عبادت واطاعت کی فضیلت برقرار ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ترجمہ: جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اُس وقت سے (لے کر آج تک) مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے یہاں بارہ (12) ہے۔ ان میں سے 4 مہینے (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) عظمت و بزرگی والے ہیں۔ یہی ہے سیدھا دین۔ لہٰذا ان مہینوں میں اپنے اوپر ظلم مت کرو!...'' (سورہ توبہ: 10/36)

اور حدیث شریف میں حضرت ابو بکر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس دن سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا اُس دن سے لے کر آج تک زمانہ اُسی حالت پر گھوم پھر کر واپس آ گیا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی وزیادتی نہیں ہے جو زمان جاہلیت میں مشرک کیا کرتے تھے، بلکہ اب وہ ٹھیک ہو کر اُسی طرز پر واپس آ گیا ہے جس طرز پر اپنی ابتدائی اصلی صورت میں تھا) ایک سال بارہ (12) مہینوں کا ہوتا ہے۔ ان میں 4 مہینے عزت وحرمت والے ہیں،

جن میں 3 مہینے تو مسلسل ہیں یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، اور محرم، اور ایک مہینہ (جو اِن سے علیحدہ آتا ہے) وہ رجب کا ہے جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان واقع ہے۔ (بخاری)

ایک مرتبہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابیؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ: ''صبر یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھو! اور ہر مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو!'' صحابیؓ نے عرض کیا کہ: ''مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، لہٰذا میرے لئے مزید اضافہ فرما دیجئے!'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ہر مہینے میں 2 دن روزہ رکھ لیا کرو!'' صحابیؓ نے عرض کیا: ''میرے اندر اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے اس لئے مزید اضافہ فرما دیجئے!'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ہر مہینے میں 3 دن روزے رکھ لیا کرو!'' صحابیؓ نے عرض کیا: ''میرے اندر اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے اس لئے میرے لئے مزید اضافہ فرما دیجئے!'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حرمت والے مہینوں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں روزہ رکھو اور چھوڑ و!'' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی 3 انگلیوں سے اشارہ فرما کر ان کو ساتھ ملایا پھر چھوڑ دیا (مطلب یہ تھا کہ ان مہینوں میں 3 دن روزہ رکھا کرو!، پھر 3 دن ناغہ کیا کرو!) اور اسی طرح کرتے رہا کرو!۔'' (ابوداؤد)

حضرت سالمؒ سے روایت ہے کہ ''حضرت عبد اللہ بن عمرؓ حرمت وعظمت والے چاروں مہینوں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں روزے رکھا کرتے تھے۔'' (مصنف عبدالرزاق) امام نوویؒ نے بھی اپنے اصحاب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حرمت وعظمت والے ان 4 مہینوں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں روزے رکھنا مستحب روزوں میں سے ہے۔ (المجموع شرح المہذب: 6/386) اسی طرح امام نوویؒ ایک دوسری جگہ بیان کرتے ہیں کہ: ''ماہِ رمضان کے بعد سب سے زیادہ جن مہینوں میں روزے رکھنے کا ثواب ملتا ہے وہ یہ ہی چار مہینے (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) ہیں۔'' (روضۃ الطالبین: 2/388)

قرآنِ مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جو یہ واقعہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نئی شریعت اور کتاب دینے کے لئے کوہِ طور پر پہلے تیس (30) راتوں کا اعتکاف کرنے کا حکم فرمایا اور پھر

مزید دس (10) راتوں کا اضافہ فرما کر کل چالیس (40) راتیں مکمل ہونے پر اُن کو شریعت اور کتاب (توریت) عطا فرمائی تو ان چالیس (40) راتوں کے بارے میں حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ چالیس (40) راتیں ذی قعدہ کے پورے مہینے اور ذی الحجہ کے پہلے عشرے کی تھیں۔ چنانچہ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتکاف کی میعاد عید الاضحیٰ کے دن پوری ہوئی تھی اور اسی دن آپؑ کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف نصیب ہوا تھا۔" (تفسیر ابن کثیرؒ: 421/3)

بعض جاہل اور اَن پڑھ لوگ ذی قعدہ کے مہینے کو خالی کا مہینہ کہتے ہیں تو وہ شاید اس وجہ سے کہ یہ مہینہ اپنے سے پہلے اور بعد کے مہینوں کے برعکس عید الفطر و عید الاضحیٰ وغیرہ سے خالی ہوتا ہے، اور خالی کا مطلب وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس مہینے میں کسی نیک عمل واطاعت کی بالکل ضرورت نہیں، یہ خیال بالکل غلط، فاسد اور سراسر جہالت اور لاعلمی پر مبنی ہے اس سے بچنا چاہیے!۔

اسی طرح بعض لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ چوں کہ یہ خالی کا مہینہ ہوتا ہے اس لئے اس مہینے میں نکاح اور شادی وغیرہ بھی نہیں کی جاسکتی کہ کہیں وہ خیر و برکت سے خالی نہ رہ جائے، چنانچہ اکثر و بیشتر دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ ماہ شوال میں جلدی جلدی شادیاں کر کے فارغ ہوجاتے ہیں تاکہ کہیں ذی قعدہ کا مہینہ شروع نہ ہوجائے، حالانکہ ماہِ ذی قعدہ سنہ 5 ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے اُم المومنین حضرت زینبؓ سے نکاح فرمایا تھا۔ (البدایہ والنہایہ: 166/4) اسی طرح ماہِ ذی قعدہ سنہ 7 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت میمونہؓ سے نکاح فرمایا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء: 239/2)

الغرض ماہِ ذی قعدہ میں نکاح و شادی وغیرہ اور عبادات کرنے کو خیر و برکت سے خالی سمجھنا یہ سب زمانہ جاہلیت کی باتیں اور توہمات پرستیاں ہیں جن کا شریعت اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ماہِ ذی قعدہ کے شروع ہونے پر مبارکباد دے تو اُس پر جنت واجب ہوجاتی ہے، اور اس فضیلت کو سن کر بعض نادان لوگ ماہِ ذی قعدہ کے آغاز پر ایک دوسرے کو (سوشل میڈیا وغیرہ پر) مبارک باد دینا شروع کر دیتے ہیں، سو! یاد رکھنا چاہیے کہ اس طرح کی کوئی بات بھی نہ شریعت میں وارد ہوئی ہے اور نہ ہی شریعت سے ثابت ہے۔

☆☆☆☆☆☆

فضیلت علماء

ڈاکٹر فیض احمد چشتی

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ. (سورۃ الزمر آیات نمبر 9)

ترجمہ: آپ فرمادیجیئے کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟

اس آیت سے علم اور علماءِ کرام کی فضیلت معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے علم والوں کو بے علموں سے ممتاز فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت ہی محکم انداز میں اس کائنات کو رچایا اور بسایا۔ اس کائنات میں جن وانس کی خلقت فرمائی اور ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے نبیوں اور رسولوں علیہم السّلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ رسولوں علیہم السّلام کی آمد کا یہ سلسلہ آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ منقطع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السّلام کے مشن کی انجام دہی کے لئے علمائے کرام کی جماعت تیار فرمائی۔ علمائے کرام حقیقی معنوں میں سماج و معاشرہ کی اصلاح کے اولین ذمہ دار اور انسانیت کے حقیقی بہی خواہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے کاندھوں پر عوام کو سیدھی راہ دکھانے کی ذمہ داری رکھی ہے اور کتاب وسنت کی توضیح وتفسیر اور دعوت وارشاد کا فریضہ عائد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زبانی یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے حقیقی معنوں میں خوف کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء، بلکہ رب تعالیٰ نے ببانگ دہل قرآن مجید میں یہ وضاحت فرمادی ہے کہ عالم اور جاہل بہر صورت برابر نہیں ہو سکتے۔

فرمایا! : قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ. (سورۃ الزمر آیات نمبر 9)

ترجمہ: آپ فرمادیجیئے کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟

احادیث مبارکہ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے کرام کا مقام ومرتبہ انتہائی بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے علم شرعی کے حصول کی توفیق بخشتا ہے گویا اس کے حق میں خیر کا ارادہ فرماتا ہے۔

(صحیح بخاری 71، صحیح مسلم 1037)

یہی نہیں، احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ ایک عالم جتنے انسانوں کو علم سکھا تا ہے، وفات کے بعد بھی اس کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے لئے نیکیوں کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے، سوائے تین اعمال کے۔ ان میں سے ایک عمل یہ ہے کہ انسان نے اپنے پیچھے ایسا علم چھوڑا ہو جس سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہوں۔ (صحیح مسلم 1631)

غرضیکہ علمائے کرام کی قدر و منزلت، رفعت شانی اور بلند مکانی کے بیان سے کتاب وسنت کے نصوص بھرے ہوئے ہیں۔ آج ہم اس مختصر مضمون میں علمائے کرام کے ایسے ہی چند فضائل کو ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں کیونکہ موجودہ دور میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر طرف لوگ علمائے کرام کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور ان کی تنقیص کر رہے ہیں۔ یقینی طور پر اس کے ذمہ دار بہت حد تک علمائے کرام کی جماعت بھی ہے کیونکہ انہوں نے بھی اپنے وقار کو مجروح کیا ہے، نیز لوگوں کا رشتہ بھی اپنے دین سے انتہائی کمزور ہوا ہے، اس کی وجہ سے بھی ان کے دلوں میں علماء کی عزت کم ہوئی ہے۔ اللہ کرے یہ چند سطور علماء کرام کی عزت و وقار کی بحالی کے سلسلے میں معاون ثابت ہوں۔

اَحادیث مبارکہ میں بھی علماء کے فضائل بیان کئے گئے ہیں

حضرت حذیفہ بن یمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے زیادہ ہے اور تمہارے دین کی بھلائی تقویٰ و پرہیزگاری (میں) ہے۔ (معجم الاوسط، باب العین، من اسمہ: علی، ۳/۹۲، الحدیث: ۳۹۶۰)

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ''عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔ (ابوداؤد، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، ۳/۴۴۴، الحدیث: ۳۶۴۱)

حضرت ابوامامہ باہلی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، ان میں سے ایک عالم تھا اور دوسرا عبادت گزار، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عالم کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر ہے، پھر نبی کریم صَلَّی اللّٰہ تعَالٰی عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، آسمانوں اور زمین کی مخلوق حتّٰی کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں لوگوں کو (دین کا) علم سکھانے والے پر درود بھیجتے ہیں۔ (ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ،۴/۳۱۳،الحدیث:۲۶۹۴)

حضرت جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: (قیامت کے دن) عالم اور عبادت گزار کو لایا جائے گا اور عبادت گزار سے کہا جائے گا ''تم جنت میں داخل ہو جاؤ جبکہ عالم سے کہا جائے گا کہ تم ٹھہرو اور لوگوں کی شفاعت کرو کیونکہ تم نے ان کے اَخلاق کو سنوارا ہے۔ (شعب الایمان، السابع عشر من شعب الایمان۔۔۔ الخ، فصل فی فضل العلم وشرفہ،۲/ ۲۶۸،الحدیث:۱۷۱۷)

ایک ساعت علم حاصل کرنا ساری رات قیام کرنے سے بہتر ہے۔(مسند الفردوس، باب الطاء،۲/۴۴۱،الحدیث:۳۹۱۷)

علم عبادت سے افضل ہے۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول،۵/ ۵۸،الجزء العاشر، الحدیث:۲۸۶۵۳)

علم اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول،۵/ ۵۸،الجزء العاشر، الحدیث: ۲۸۶۵۷)

علماء زمین کے چراغ اور انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول،۵/ ۵۹،الجزء العاشر، الحدیث:۲۸۶۷۷)

مرنے کے بعد بھی بندے کو علم سے نفع پہنچتا رہتا ہے۔ (مسلم،ص ۶۸۸،الحدیث:۱۴(۱۶۳۱))

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ،۴/ ۳۱۱،الحدیث:۲۶۹۰)

علم کی مجالس جنت کے باغات ہیں۔ (معجم الکبیر، مجاہد عن ابن عباس،۱۱/ ۸۷،الحدیث:۱۱۱۵۸)

علم کی طلب میں کسی راستے پر چلنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب فضل طلب العلم،۴/۲۹۴،الحدیث:۲۶۵۵)

قیامت کے دن علماء کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا تو ان کی سیاہی شہداء کے خون پر غالب آجائے گی۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ۵/ ۱۶، الجزء العاشر، الحدیث: ۲۸۷۱۱)

عالم کے لئے ہر چیز مغفرت طلب کرتی ہے حتّٰی کہ سمندر میں مچھلیاں بھی مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ۵/ ۳۶، الجزء العاشر، الحدیث: ۲۸۷۳۵)

علماء کی صحبت میں بیٹھنا عبادت ہے۔ (مسند الفردوس، باب المیم، ۴/ ۱۵۶، الحدیث: ۶۴۸۶)

علماء کی تعظیم کرو کیونکہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے وارث ہیں۔

(ابن عساکر، عبد الملک بن محمد بن یونس بن الفتح ابو قعیل السمر قندی، ۳۷/ ۱۰۴)

اہلِ جنت، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے۔

(ابن عساکر، محمد بن احمد بن سہل بن عقیل ابو بکر البغدادی الاصباغی، ۵۱/ ۵۰)

علماء آسمان میں ستاروں کی مثل ہیں جن کے ذریعے خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ پائی جاتی ہے۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ۵/ ۶۵، الجزء العاشر، الحدیث: ۲۸۷۶۵)

قیامت کے دن انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بعد علماء شفاعت کریں گے۔

(کنز العمال، حرف العین، کتاب العلم، قسم الاقوال، الباب الاول، ۵/ ۶۵، الجزء العاشر، الحدیث: ۲۸۷۶۶)

کیا علماء کا قوم کے لئے ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ پھر اسلام کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ بدوں علماء کے اسلام قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ کوئی پیشہ بدون اس کے ماہرین کے چل نہیں سکتا۔ یہ اور بات کہ تھوڑی بہت دینی معلومات سب کو ہو جائیں اور اس سے وہ محدود وقت تک کچھ ضرورت رفع کریں مگر اس سے اس مقدار ضرورت کا بقا نہیں ہو سکتا۔

بقاء کسی شے کا ہمیشہ اس کے ماہرین سے ہوتا ہے تو ماہرین علماء کی ضرورت ٹھہری۔ پھر یہ ماہرین کیسے پیدا ہوں؟ سو تجربہ سے اس کی صرف یہی صورت ہے کہ ساری قوم پر واجب ہے کہ چندہ سے کچھ سرمایہ جمع کر کے علماء کی خدمت کر کے آئندہ نسل کو علوم دینیہ پڑھائیں اور برابر یہی سلسلہ جاری

رکھیں۔ سو عقلاً تو یہ بات واجب تھی کہ ساری قوم اس کی کفیل ہوتی مگر ایک طالب علم بیچارہ آپ ہی ہر مصیبت جھیل کے تحصیل علوم دینیہ میں مشغول ہوا تو چاہئے تو یہ تھا کہ آپ اس کی قدر کرتے بجائے اس کے رہزنی کرتے ہیں کہ عربی پڑھو گے تو کھاؤ گے کیا؟ کیا مسجد کے مینڈھے بنو گے؟ ہاں صاحب دنیا کا کتا بننے سے اچھا ہے۔ تاریخ اس امر کی شہادت دے رہی ہے کہ مسلمانوں کی دنیا دین کے ساتھ درست ہوتی ہے۔ یعنی جب ان کے دین میں ترقی ہوتی ہے تو دنیا میں بھی ترقی ہوتی اور جب دین میں کوتاہی ہوتی ہے تو دنیا بھی خراب ہو جاتی ہے تو جب ہم دین سکھلاتے ہیں معاملات معاشرت اخلاق کو درست کرتے ہیں تو گویا ہم دنیا کی ترقی کی تدابیر بھی کرتے ہیں۔

علماء کرام کی قدر و منزلت کا اندازہ لگانا ہے تو آپ سیر و مغازی اور تاریخ کی کتابیں پڑھیں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہر دور میں علماء کو کس قدر عزت و تکریم حاصل ہوئی، نیز امراء و خلفاء نے عالموں کو دیگر افراد پر فوقیت بخشی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن ابزی کو دیکھیں کہ حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں اہل وادی کا گورنر متعین کیا تھا حالانکہ وہ ایک غلام تھے اور جب اس بارے میں ان سے سوال ہوا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس مقدس کتاب کے ذریعہ بہت سارے لوگوں کو سربلندی عطا کرتا ہے۔ (صحیح مسلم 817)

ایک بار کا واقعہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جنازے میں شرکت کی اور اس کے بعد اپنے خچر پر سوار ہونا چاہا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی سواری کا رکاب تھام لیا جسے دیکھ کر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھتیجے! یہ کیا کر رہے ہو؟ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: ہمیں علماء کے ساتھ ایسے ہی پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور کہا کہ ہمیں بھی اہل بیت کے ساتھ اسی عزت کا حکم دیا گیا ہے۔ (مدارج السالکین لابن قیم الجوزیۃ 2330)۔

چہرے کا پردہ، قرآن مجید کی روشنی میں

ام عدنان قمر

اہلِ ایمان کے لیے تو حکم ہی پردے کو واجب قرار دینے کے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا واجب ہے، مستحب نہیں

سورۃ الاحزاب (آیت 95) میں فرمانِ الٰہی ہے

اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دے (جب وہ راستے میں نکلیں تو) اپنی چادروں کے گھونگٹ اپنے اوپر ڈال لیا کریں، اس سے امید ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی اور ان کو کوئی تکلیف نہ دی جائے گی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اسلام نے انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے جو پاکیزہ تعلیمات دی ہیں، وہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ اس نے انسانی معاشرے کو اخلاقی بے راہ روی سے بچانے کے لیے سدِ ذرائع کی تعلیم دی ہے۔ سدِ ذرائع کا مطلب ہے برائی کا باعث بننے والی باتوں کی روک تھام کرنا، اس کے لیے ہمیں کہاں سے مدد ملے گی؟ اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے اللہ کے کلام سورۃ الاحزاب (آیت 2) میں دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیا ارشاد فرما رہے ہیں: اور جو (کتاب) تم کو تمہارے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے، اسی کی پیروی کئیجانا، بیشک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

اس آیت میں تقوی پر مداومت اور تبلیغ و دعوت میں استقامت کا حکم ہے۔ تقوی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی دی ہوئی روشنی کے مطابق اللہ کی اطاعت کرے اور اس سے ثواب کی امید رکھے اور اللہ کے عذاب سے ڈرتا رہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت محمد کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ آپ تمام انسانوں کو ان کے غالب وستودہ صفات پروردگار کے حکم کے مطابق اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو عبادت کی حقیقت واضح کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔ بندگی کا اظہار صرف اسی طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مکمل اطاعت اور اس کی منع کردہ اشیا سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ نیز اس کے احکامِ عالیہ کو خواہشات وشہواتِ نفسانیہ پر مقدم کرتے ہوئے اس

کے حضور خاکساری اور انتہائی تواضع کی جائے۔ سعودی عرب، جو وحی و رسالت کا مرکز اور حیا و حشمت کا گہوارہ ہے، یہاں ایک مدت سے اس معاملے میں لوگ سیدھے راستے پر گامزن تھے۔ عورتیں چادریں وغیرہ اوڑھ کر مکمل پردہ کر کے گھر سے نکلا کرتی تھیں، غیر محرم مردوں کے ساتھ آزادانہ میل جول کا تصور تک ان میں نہ تھا، بحمد اللہ مملکت سعودیہ کے اکثر شہروں میں آج بھی یہی صورت حال ہے لیکن دورِ حاضر میں جبکہ کچھ لوگوں نے پردے کے متعلق نامناسب انداز میں گفتگو شروع کی ہے، جو پردے کے قائل ہی نہیں یا کم از کم چہرے کو کھلا رکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، ان لوگوں کو دیکھ کر ہمارے ہاں بھی کچھ لوگ شریعتِ مطہرہ کے اس حکم بالخصوص چہرہ ڈھانپنے کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہونے لگے ہیں۔

ان کی طرف سے یہ سوال کیا جانے لگا ہے کہ پردہ واجب ہے یا مستحب؟ یہ شرعی حکم ہے یا اس معاملے میں ماحول، عادات اور رسم و رواج کو پیشِ نظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے؟ کیا ایسا تو نہیں کہ اس کی کوئی شرعی حیثیت ہی نہ ہو کہ اس کے واجب یا مستحب ہونے کا حکم لگایا جا سکے؟۔

اس قسم کے شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں کے ازالے اور حقیقتِ حال کی وضاحت سے قبل یہ بھی عرض کر دیں کہ نبی اکرم کی بعثت کا مقصد مکارمِ اخلاق کی تکمیل بھی تھا۔ آپ نے ہر طریقے سے فضائل کی دعوت دی اور برے اخلاق کی بیخ و بن سے لوگوں کو بچنے کی ہر ممکن طریقے سے تلقین فرمائی۔ اس طرح شریعت محمدیہ ہر لحاظ سے کامل ہو کر سامنے آئی۔

رسولِ اکرم کو جن اعلیٰ اخلاق کے ساتھ مبعوث کیا گیا، ان میں سے ایک نہایت بلند مرتبہ اور گراں قدر وصف ''حیا'' ہے، جسے آپ نے ایمان کا جز اور اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ قرار دیا ہے۔ کوئی عقل منداس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ عورت کا باوقار اور ایسی عادات واطوار کے ساتھ رہنا جو اسے مشکوک مقامات اور فتنوں سے دور رکھیں، یہ اس حیا کا حصہ ہیں جس کا عورت کو اسلامی شریعت اور اسلامی معاشرے میں حکم دیا گیا ہے۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ عورت کا اپنے چہرے اور جسم کے دیگر پرکشش مقامات واعضا کو ڈھانپ کر باپردہ رکھنا ہی اس کے لیے سب سے بڑا وقار ہے جس سے وہ اپنے آپ کو آراستہ کر سکتی ہے لیکن موجودہ دور کی نام نہاد روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی تحریک نے جہاں اسلام کی دیگر اقدار کو نشانہ بنایا ہے وہیں حجاب کو بھی سرِ فہرست رکھا ہے۔

روشن خیال حضرات کے نزدیک حجاب یعنی پردہ، جہالت اور پسماندگی کی علامت ہے جبکہ حجاب شریعتِ اسلامیہ کا ایک اہم ترین حکم ہے، جس کا مقصد معاشرے کو صنفی جذبات کے ہیجان سے پاک صاف رکھنا ہے۔ اس حکم پر عمل کرنے سے معاشرہ ایک نہیں بیسیوں فتنوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ سورۃ الانعام (آیت 38) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: یقیناً تیرا رب بڑی حکمت والا، خوب جاننے والا ہے۔

رب تعالیٰ کا ہر فیصلہ حکم:۔

اس سے بعض دفعہ عورت کو بالخصوص سخت گرمی میں، کچھ دقت بھی محسوس ہوتی ہے لیکن یہ ذرا سی تکلیف شریعت کے تقاضوں کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی تاہم جو عورت برقع کے بجائے پردے کے لیے بڑی چادر استعمال کرتی ہے اور پورے بدن کو ڈھانپتی اور چہرے پر صحیح معنوں میں گھونگٹ نکالتی ہے، وہ یقیناً پردے کے حکم کو بجالاتی ہے کیونکہ برقع ہی کوئی ایسی لازمی شے نہیں ہے جسے شریعت نے پردے کے لیے لازمی قرار دیا ہو۔

لیکن آج کل عورتوں نے چادر کو بے پردگی اختیار کرنے کا ذریعہ بنالیا ہے، پہلے وہ برقع کی جگہ چادر اوڑھنا شروع کرتی ہیں، پھر چادر بھی غائب ہو جاتی ہے، صرف دوپٹا رہ جاتا ہے اور بعض عورتوں کے لیے اس کا لینا بھی گراں ہوتا ہے۔ اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ اب برقع کا استعمال ہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ جب سے برقع کی جگہ چادر نے لی ہے، بے پردگی عام ہوگئی ہے بلکہ عورتیں نیم برہنگی پر بھی فخر کرنے لگی ہیں۔

قرآنِ کریم کی مذکورہ سابقہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم کی بیویوں، بیٹیوں اور عام مومن عورتوں کو گھر سے باہر نکلتے وقت پردے کا حکم دیا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ پردے کا حکم علماء کا ایجاد کردہ نہیں بلکہ یہ اللہ کا حکم ہے جو قرآنِ کریم کی نص سے ثابت ہے، اس سے اعراض، انکار اور بے پردگی پر اصرار کفر تک پہنچا سکتا ہے۔

اس آیت سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نبی کی صرف ایک ہی بیٹی نہیں تھی جیسا کہ رافضیوں کا عقیدہ ہے بلکہ آپ کی ایک سے زائد بیٹیاں تھیں، جیسا کہ نص قرآنی سے واضح ہے اور یہ 4 تھیں، جیسا کہ تاریخ وسیرت اور احادیث کی کتابوں سے ثابت ہے۔

مذکورہ آیت میں صراحتاً چہرے کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔

پردے کی حکمت اور اس کے فائدے سے ایک شریف زادی اور باحیا عورت اور بے شرم و بدکار عورت کے درمیان تمیز و پہچان ہوگی۔ پردے سے معلوم ہوگا کہ یہ خاندانی عورت ہے، جس سے چھیڑ چھاڑ کی جرأت کسی کو نہیں ہوگی۔

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں: اس آیت میں شریف عورتوں کو حکم ہے کہ وہ لونڈیوں کنیزوں کی طرح کھلے چہرے اور کھلے بالوں کے ساتھ گھر سے نہ نکلیں۔

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: زمانہ جہالت میں شریف عورتیں اور لونڈیاں سب کھلے منہ پھرتی تھیں، بدکار لوگ ان کا تعاقب کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے شریف عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اوپر چادریں ڈال لیں اور یہ فرمایا کہ یہ مناسب طریقہ ہے کہ وہ پہچان لی جائیں۔

اس کے دو مطلب ہیں۔

ایک یہ کہ ان کے لباس سے پہچان لیا جائے گا کہ وہ شریف عورتیں ہیں، ان کا پیچھا نہ کیا جائے گا۔

دوسرا یہ کہ جو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی، اس سے کوئی یہ امید نہ رکھے گا کہ وہ اپنی شرمگاہ کھولنے پر آمادہ ہوگی۔

اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین نے پردے کے لیے ''حکم'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ''حکم'' کا لفظ مستحب کے لیے استعمال ہوتا ہے یا واجب کے لیے؟ جب یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز و روزہ مستحب ہے، جس کا دل چاہے وہ روزہ رکھے اور جس کا نہ چاہے وہ نہ رکھے اور جس کا دل چاہے نماز پڑھے جو نہ چاہے وہ نہ پڑھے؟

اہلِ ایمان کے لیے تو حکم کا لفظ ہی پردے کو واجب قرار دینے کے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا واجب ہے، مستحب نہیں۔ یاد رکھیے مستحب وہ عمل ہے جسے کرنے سے ثواب ہو اور نہ کرنے پر گناہ نہ ہو، جبکہ واجب وہ عمل ہے جسے ترک کرنے والا گنہگار ہوتا ہے اور عذابِ الٰہی کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے آداب

حضرت علامہ محمد اقبال قریشی صاحب

اللہ کا دین مکمل ہے اور نبی رحمت ﷺ کی سنت مطہرہ کو انسانیت کے لیے نمونہ کامل قرار دیا گیا ہے اور اب صبح قیامت تک یہی ایک نمونہ ہی نمونہ کامل رہے گا۔اس پر عمل رحمت وعطائے ربانی کا باعث اور اس سے پہلوتہی نقصان وخسران کا سبب بنے گا۔بدقسمتی سے ہم ہر معاملے میں بڑے زیرک اور دانا ہیں لیکن دین کے معاملے میں واجبی تعلیمات سے بھی محروم ہیں۔جس پر دنیا وآخرت کا دارومدار ہے۔جہاں ہم دیگر فرائض وواجبات سے نابلد ہیں وہیں نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے ضمن میں بھی کوتاہیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور بغیر علم کے بحث اور جھگڑے کرتے ہیں۔جس سے خود بھی گنہگار ہوتے ہیں ساتھ دوسروں کو بھی گنہگار کرتے ہیں۔ضروری ہے کہ نماز جنازہ کی درست ادائیگی کے لیے کچھ ضروری معلومات حاصل کر لی جائیں۔

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے یعنی ایک شخص نے بھی ادا کر دیا تو باقی بری الذمہ ہو جائیں گے،اور اگر کسی ایک نے بھی ادا نہ کیا تو سب گنہگار رہوں گے۔نماز جنازہ کے دو رکن ہیں۔ایک قیام اور دوسرے چار تکبیرات۔ثنا،درود شریف اور میت کے لیے دعا سنت مؤکدہ ہیں۔نماز جنازہ کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو امام کے سامنے رکھ کر کم از کم تین صفیں بنا لی جائیں اور اگر تین سے زیادہ ہیں تو گننے کی ضرورت نہیں۔کیونکہ تین صفوں کا ذکر حدیثِ پاک میں ملتا ہے۔مالک ابنِ ہبیرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا''جس کے جنازے میں تین صفیں ہو جائیں اللہ اس میت کو بخش دیتے ہیں''(ابن ماجہ)۔لہذا کم از کم تین صفیں کر لی جائیں زیادہ کی کوئی حد نہیں۔نماز پنجگانہ میں پہلی صف کی فضیلت ہے اور نماز جنازہ میں آخری صف کی فضیلت زیادہ ہے۔نیت کے بعد امام کے اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہی مقتدی بھی اللہ اکبر کہے اور ثنا پڑھے پھر دوسری بار امام اللہ اکبر کہے اور مقتدی بھی اللہ اکبر کہے اور درود پڑھے پھر تیسری بار امام اللہ اکبر کہے اور مقتدی بھی کہے اور میت کے لیے مسنون دعا پڑھے،آخر میں امام چوتھی تکبیر کہے اور مقتدی بھی اللہ اکبر کہے اور امام سلام پھیرے تو مقتدی بھی سلام پھیر دے۔اس کے

بعد صفوں کو توڑ دیا جائے اور بڑے خلوص کے ساتھ میت کے لیے دعائے مغفرت کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو خالص اس کے لیے دعا کرو'' (ابن ماجہ)۔

چونکہ نماز جنازہ کھلے میدان یا کھیت میں ادا ہوتی ہے اس لیے بعض اوقات بارش یا دھوپ کی شدت کے باعث نماز جنازہ کی ادائیگی میں تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اور عام طور پر یہ مسئلہ زیر بحث آتا ہے کہ کیا جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ میں نے ابتدا میں عرض کیا کہ ہمارے ہاں علم و دلیل کے بغیر بحث و تمحیص کا رواج ہے۔ کسی کو معلومات ہو یا نہ ہو وہ اپنی رائے ضرور دیتا ہے اور بعض احباب اپنے مؤقف میں شدت بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اپنے مسلک کا آدمی اگر مسئلہ غلط بھی بیان کر رہا ہو تو وہ ہم مان لیتے ہیں اور دوسرے مسلک کا آدمی مستند بات بھی کرے تو اختلافِ مسالک کے باعث اس کی بات کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ جہاں تک جوتوں کا تعلق ہے تو ادب کا تقاضا یہ ہے کہ نماز جنازہ کی ادائیگی کے دوران جوتے اتار دیئے جائیں، اس لیے کہ مسلمان جب اپنے رب کے حضور کھڑا ہوتا ہے تو اسے عاجزی و انکساری کا پیکر بن کے کھڑا ہونا چاہیے۔اور جس قدر ممکن ہو بارگاہ الٰہیہ کا ادب بجالانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتے وقت بندہ ادب کی انتہا کر دے۔اور نماز جنازہ کی ادائیگی کے دوران جوتوں کا اتارنا ادب کا تقاضا ہے، لیکن اگر جنازہ میں بارش کے باعث یا دھوپ کی شدت کے باعث جوتے اتارنا دشوار ہو تو جوتوں سمیت یا جوتوں کے اوپر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ جوتا اور اس کے نیچے کی زمین کا پاک ہونا ضروری ہے، کیونکہ جگہ کا پاک ہونا نماز پنجگانہ کی طرح نماز جنازہ کے لیے بھی شرط ہے۔ امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلویؒ فرماتے ہیں۔ ''اگر وہ جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک تھی یا جن کے جوتوں کے تلے ناپاک تھے اور اس حالت میں جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھی تو نماز نہ ہوئی، احتیاط یہی ہے کہ جوتا اتار کر اس پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھی جائے کہ زمین یا تلا اگر ناپاک ہو تو نماز میں خلل نہ آئے۔ (بحوالہ فتاویٰ رضویہ)۔

یاد رہے دین آسان تر ہے اس میں کوئی سختی نہیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھا جائے کہ اس کو معمول نہ بنایا جائے صرف ضرورتاً ایسا کیا جائے۔ بعض لوگ متکبرانہ انداز میں ایسا کرتے ہیں اور کوئی عذر نہ ہونے

کے باوجود جوتے نہیں اتارتے اور دلیل کے طور پر جوتوں کو لباس کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ یادر کھیے لباس جہاں ستر عورت (یعنی بدن ڈھانپنے) کے لیے ضروری ہے وہاں زیب و زینت کا کام بھی دیتا ہے اور نماز میں زینت اختیار کرنے کا حکم ہے۔لیکن جوتا ستر عورت کے لیے نہیں پاؤں کی حفاظت کے لیے ہے۔اگر جوتے لباس کا حصہ ہوتے تو وادیٔ طویٰ میں اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو جوتے اتارنے کا حکم نہ فرماتے۔یقیناً کلیم اللہ علیہ السلام کے جوتوں اور ہمارے جوتوں میں بڑا فرق ہے۔وہ اللہ کے کلیم نبی و رسول کے جوتے ہیں اور یہ گنہگار و سیاہ کار بندوں کے جوتے ہیں۔اس لیے نمازِ جنازہ کے وقت یہ خیال ضرور ہونا چاہیے کہ بھلے ہم کو وہ طور پر نہیں کھڑے لیکن اللہ کے حضور ضرور حاضر ہیں۔بہر حال جوتے اتارنا ادب ہے اور اگر کبھی مجبوری ہو تو جوتوں سمیت یا جوتوں کے اوپر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ پڑھ لینے میں قطعاً کوئی حرج نہیں۔

کتب احادیث میں مستند روایات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اکثر جوتے اتار کر نماز ادا فرمائی ہے اور بعض وقت جوتوں سمیت نماز بھی ادا فرمائی ہے۔بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپؓ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے جوتوں سمیت نماز پڑھی تو آپؓ نے فرمایا ہاں۔(بخاری و مسلم)۔

سنن نسائی و ابو داؤد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز کے وقت اپنے جوتے مبارک دائیں جانب رکھ دیتے تھے۔ایک موقع پر آپ نماز پڑھنے لگے تو آپ ﷺ نے اپنے جوتے مبارک اپنے پاؤں کے درمیان رکھ لیے، صحابہ کرامؓ نے بھی اتار کے رکھ لیے تو آپ نے بعد میں فرمایا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے؟ تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ آپ کو دیکھ کے ہم نے بھی اتار دیئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبریلؑ نے بتایا تھا کہ آپ کے جوتوں کے ساتھ ناپسندیدہ شئے لگی ہے اس لیے میں نے اتار دیئے تھے۔

اسی طرح متعدد احادیث سے جوتے اتارنے اور اور جوتوں سمیت نماز پڑھنے کے شواہد موجود ہیں جس کے باعث فقہا نے جوتوں سمیت نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم نصیب فرمائے۔آمین۔

امت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

حمزہ طیب متعلم ادارہ ھذا

میرے پیارے آقا ﷺ کے پیارے دیوانو! تاریخ کا مطالعہ کریں تو اس بات کا اندازہ ہوگا کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ہم گنہگاروں کے لئے کتنی مشقتیں برداشت کیں ہیں۔ جب آپ نے فاران کی چوٹی سے کلمہ حق کا اعلان فرمایا تو وہی عرب جو آج تک آپ کو امین وصادق کے نام سے یاد کرتے تھے اور کچھ لمحہ پہلے ہی انہوں نے آپ کی ہر بات کی تصدیق کرنے کا دعویٰ کیا تھا وہی اہل مکہ آپ کو گالیاں دینے لگے اور اس دن کے بعد جیسے انہوں نے آپ کو تکلیف پہنچانا اپنا شیوہ سمجھ لیا تھا۔ آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے، آپ حالتِ سجدہ میں ہوتے تو آپ کی پشت مبارک پر اوجھڑیاں رکھ دی جاتیں۔ طائف میں جب آپ نے دعوتِ حق پیش کیا تو آپ پر سنگ باری کی گئی جس سے آپ کے قدمہائے مبارک لہولہان ہو گئے۔

مگر سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان سب مصیبتوں کو برداشت کرتے ہوئے اقوامِ عالم کو راہِ حق کی دعوت پیش کرتے رہے، انہیں ایک معبودِ برحق کی عبادت کی طرف بلاتے رہے، انہیں دینِ حنیف، دینِ ابراہیم، دینِ اسلام کی پیروی کرنے کی تاکید کرتے رہے۔ آج ہمیں جو ایمان کی دولت میسر آئی، خدا کی معرفت حاصل ہوئی، معبودِ برحق کی عبادت کا سلیقہ ملا، راہِ حق کا پتہ ملا، زندگی گزارنے کے قواعد وضوابط ملے، قرآن ملا، قرآن کے احکام کو سمجھنے کا سلیقہ ملا، اللہ کے اوامر ونواہی کا پتہ چلا، حلال وحرام کی تمیز سمجھ میں آئی، ہمیں آج جو زندگی ملی، لذتِ بندگی ملی حتیٰ کہ ہماری ہر ہر سانس پر سرکارِ دو عالم ﷺ کا احسان ہے کیوں کہ آپ ہی کے صدقہ وطفیل دنیا و مافیہا کی تخلیق ہوئی ہے۔ جب اس قدر ہم پر آپ کے احسانات ہیں تو ہم امت پر بھی آپ کے کچھ حقوق ہوں گے۔ ان حقوق کو حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں بہت ہی مفصل طور پر بیان فرمایا۔ ہم مختصراً تحریر کر رہے ہیں۔ امت پر حضور ﷺ کے آٹھ حقوق ہیں۔

ایمان بالرسول: حضور رحمت عالم ﷺ کی نبوت ورسالت اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان تمام پر ایمان لانا اور دل سے انہیں سچا ماننا ہر امتی پر فرض عین ہے۔ رسول پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے "وَ مَنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنۡ بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِیۡنَ سَعِیۡرًا" جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا تو یقیناً ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی

ہے۔(سورہ فتح)

اس آیت میں اس بات کی مکمل طور پر وضاحت ہے کہ جو لوگ رسول کی رسالت پر ایمان نہیں لائیں گے وہ اگر چہ پوری زندگی خدا کی توحید کا اقرار کرتے رہیں مگر وہ کافر اور جہنمی ہی رہیں گے اس لئے کہ بغیر ایمان بالرسالت کے ایمان بالتوحید معتبر ہی نہیں۔

اتباعِ سنت: حضور رحمت عالم ﷺ کی پیروی اور آپ کی سنتوں کو اپنانا ہر امتی کی ذمہ داری اور فریضہ ہے کیوں کہ سرکار رحمت عالم کی سنتوں پر عمل دارین میں فلاح ونجات کا سبب ہے۔اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہوتو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(آلِ عمران:۱۳)

اس آیت میں سرکار دوعالم ﷺ کی اتباع و پیروی کو محبت خداوندی کی دلیل قرار دی گئی ہے، گویا اتباعِ رسول کے بغیر اگر کوئی شخص محبت خدا کا دعویٰ کرے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔اسی طرح دوسرے مقام فرمایا گیا"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ" بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو۔(سورہ الاحزاب:۱۲)

مذکورہ آیت میں سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرنے کو ان لوگوں کے لئے بہترین راہ بتائی گئی جو اللہ کی بارگاہ کا قرب چاہتے ہیں اور آخرت کے دن کامیابی چاہتے ہیں۔چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جو لوگ جس قدر سنتِ رسول کے پابند رہے وہ لوگ دنیا وآخرت میں اسی قدر کامیاب وکامران رہے۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کون نہیں جانتا؟ آپ جیسا کامیاب وکامران انسان مل ہی نہیں سکتا۔ آپ کو یہ کامیابی وکامرانی فقط اتباعِ سنتِ رسول کی بنیاد پر میسر آئی۔آپ اس قدر سنت رسول کی پیروی کیا کرتے کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ محبوب کی اداؤں کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہوتا۔آپ کی اتباعِ سنت کی ایک مثال جو بخاری شریف میں مذکور ہے ملاحظہ کریں اور اندازہ لگائیں کہ آپ کس قدر متبع سنت تھے۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پہلے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے کفن مبارک میں کتنے کپڑے تھے اور آپ کی وفات کس دن ہوئی؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی یہ انتہائی تمنا تھی کہ زندگی کے ہر لمحات میں تو میں نے اپنے

تمام معاملات میں حضور اکرم ﷺ کی مبارک سنتوں کی مکمل طور پر اتباع کی ہے، مرنے کے بعد کفن اور وفات کے دن میں بھی مجھے آپ کی اتباعِ سنت نصیب ہو جائے۔

اطاعتِ رسول ﷺ: نبی اکرم ﷺ کا حکم ماننا آپ کی اطاعت ہے۔ اطاعتِ رسول ﷺ بھی ہر امتی کے لئے لازم وضروری ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ جس بات کا حکم فرما دیں بال کے کروڑویں حصے کے برابر بھی اس کی خلاف ورزی کا تصور بھی نہ کریں کیوں کہ آپ کی اطاعت اور آپ کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کر دینا ہر امتی پر فرضِ عین ہے۔ اطاعتِ رسول کا حکم فرماتے ہوئے قرآن مقدس میں اللہ عزوجل نے فرمایا "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ" اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ (سورہ نسا: ۸۵)

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا "وَ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (سورہ نسا: ۹۷)

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا "وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا" اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (سورہ نسا: ۹۶)

قرآن مقدس کی مذکورہ بالا آیتوں میں اس بات کی مکمل طور پر وضاحت ہے کہ اطاعتِ رسول کے بغیر ایمان کا تصور کیا ہی نہیں کیا جا سکتا اور اطاعتِ رسول کرنے والوں ہی کے لئے ایسے ایسے بلند درجات ہیں کہ وہ حضرات انبیا و صدیقین اور شہدا و صالحین کے ساتھ رہیں گے۔ اس بات کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے جیسا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰی یَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ" تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل میرے لائے ہوئے فرامین کا فرمانبردار نہ ہو جائے۔ (بخاری شریف)

صحابہ کرام کس طرح اطاعتِ رسول کیا کرتے تھے اس کا اندازہ حضرتِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے ہو جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہے۔ آپ نے اس کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ آگ کے انگارہ کو اپنے ہاتھ میں ڈالے؟ حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد لوگوں نے اس

شخص سے کہا کہ تو اپنی انگوٹھی کو اٹھالے (اور اس کو بیچ کر) اس سے نفع اٹھا تو اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم جب رسول اللہ ﷺ نے اس انگوٹھی کو پھینک دیا تو اب میں اس انگوٹھی کو کبھی بھی نہیں اٹھا سکتا۔ (مشکوۃ شریف)

محبت رسول ﷺ: امتی کا یہ بھی فریضہ ہے کہ نبی اکرم نورِ مجسم کی محبت اس کے دل میں سارے جہاں سے بڑھ کو ہو اور دنیا کی محبوب چیزیں اپنے نبی کی محبت پر قربان کردے۔ محبت رسول کے حوالے سے قرآنِ مقدس فرمارہا ہے ''قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَآؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ'' تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (سورہ توبہ:۲۴)

اس آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ محبت رسول اسی طرح فرض ہے جس طرح محبت خدا فرض ہے، حتی کہ دنیا کی کسی چیز کی محبت ایک مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہو جاتی ہے۔ سرورِ کونین انے ارشاد فرمایا ''لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ'' تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری محبت اس کے دل میں اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام لوگوں کی محبت سے زیادہ نہ ہو جائے۔ (بخاری شریف)

آیت اور حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ دنیا کی ساری چیزوں سے بڑھ کر اپنے دل میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو جگہ دے کیوں کہ وہی اصل ایمان ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے۔ ہم اگر صحابہ کرام کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ان کے دل میں کس قدر جذبہ محبت تھا اس کا ہمیں اندازہ ہو جائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غارِ ثور میں اپنی جان کی پروا کئے بغیر سانپ کے سوراخ پر اپنی ایڑی رکھ دی اور جب سانپ نے کاٹنا شروع کیا تو اس خیال سے کہ اگر پیر ہٹاؤں تو نبی کریم ﷺ کی نیند میں خلل واقع ہو جائے گا آپ نے اپنا پیر نہ ہٹایا، آپ نے نبی کریم ﷺ کی ایک آواز پر اپنے گھر کا پورا سامان

لاکر آپ کے قدموں میں ڈال دیا اور خود ٹاٹ لپیٹ کر ببول کے کانٹوں کا بٹن بنالیا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبت رسول میں نماز کی قربانی دے دی مگر عشقِ رسول قربان ہو یہ آپ نے گوارا نہ کیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز
وہ بھی نماز عصر جو اعلیٰ خطر کی ہے

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاج ور کی ہے

تعظیم رسول ﷺ: تعظیم رسول ﷺ امتِ مسلمہ کا ایک ایسا فریضہ ہے کہ اس میں اگر ذرہ برابر کوتاہی ہو جائے تو ایمان سے ہاتھ دھل جائے گا۔ ہر امتی پر فرض ہے کہ سرورِ عالم ﷺ اور آپ سے تعلق رکھنے والی ساری چیزوں کی تعظیم وتکریم کرے اور ہرگز ہرگز کبھی آپ کی شانِ اقدس میں کوئی ایسا لفظ اپنی زبان سے نہ نکالے جس میں آپ کی توہین ہو ورنہ اس کا ایمان رخصت ہو جائے گا اور اسے خبر تک نہ ہوگی۔

تعظیم رسول ﷺ کا حکم دیتے ہوئے قرآن مقدس میں فرمایا گیا: **اِنَّـآ اَرۡسَلۡنٰـکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيۡرًا ۝ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ وَ تُعَزِّرُوۡهُ وَ تُوَقِّرُوۡهُ وَ تُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّ اَصِيۡلًا ۝** بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔ (سورہ فتح: ۹)

مذکورہ آیت میں غور کریں تو اس بات کا اندازہ ہوگا کہ تعظیم رسول کے لئے اللہ نے کسی وقت کا تعین نہ فرمایا لیکن تسبیح کے لئے صبح وشام کا تعین فرمادیا گو آیت کا خلاصہ یہ ہوگا کہ جہاں تک تم سے ممکن ہو اللہ کی حمد وثنا کرو اور تسبیح و تہلیل کرو لیکن تعظیم رسول ہر وقت، ہر لمحہ، ہر آن ضروری ہے۔ دوسری آیت میں قرآن مقدس تعظیم رسول کا سلیقہ سکھاتے ہوئے فرماتا ہے "**يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ**" اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ (سورہ حجرات: ۲)

بزرگان دین کا عرس کیوں اور کیسے منائیں

قاضی مظفر اقبال رضوی

تمام سلاسل طریقت کا شروع سے یہ معمول چلا آ رہا ہے کہ جس تاریخ پر کسی بزرگ کا وصال ہوا اُس تاریخ پر اُس کے یوم وصال کو عرس کے عنوان سے عزت واحترام اور آداب شرع کو پیش نظر رکھتے ہوئے مناتے ہیں کچھ عرصہ سے بعض عاقبت نا اندیشوں نے بعض خرافات کو عرس کا حصہ بنا دیا ہے جن کا ان بزرگوں کے عرس اور انکی تعلیمات سے دور کا بھی تعلق و واسطہ نہیں ہے۔ ایسی خرافات سے نہ صرف عرس کا تقدس پامال ہوتا ہے بلکہ معاشرہ میں بگاڑ بھی پیدا ہوتا ہے۔ عرس کیا ہے؟ عرس عربی کا لفظ ہے جس کا لغوی معنی خوشی ہے۔

پارسا اور متقی لوگ جنہوں نے اپنی زندگی خدا اور رسول کے احکام کے مطابق بسر کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ انہیں حیات طیبہ عطا فرماتا ہے۔ جب ان نفوس قدسیہ کا دنیا سے سدھارنے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کو نفوس قدسیہ میں شامل فرما کر انہیں نفس مطمئنہ سے نواز دیتا ہے پھر جب وہ دنیا کی زندگی پوری کر کے اپنے رب کے حضور حاضر ہونا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُسے یہ مژدہ جانفزا سناتے آتے ہیں اے نفس مطمئنہ تو اللہ کی بارگاہ میں راضی اور خوشی سے حاضر ہو جا اور جب اُسے اسکی آخری آرامگاہ میں لٹا دیا جاتا ہے تو امتحان لینے والے فرشتے قبر میں اُس سے تین سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ بڑے اطمینان سے جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ جل جلالہ ہے۔ تیرا دین کونسا ہے؟ تو وہ کہتا ہے میرا دین' دین اسلام ہے اور تیسرا سوال حضورؐ کا چہرہ مبارک دکھا کر پوچھتا ہے کہ اس شخصیت کے بارے میں تو دنیا میں کیا کہا کرتا تھا؟ وہ حضورؐ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہی وارفتگی کے عالم میں پکار اٹھتا ہے ھذا نبیّنا محمد رسولؐ اللہ یہ تو میرے نبی جناب محمد رسول اللہ ہیں میں تو یہاں مر کے پہنچا ہوں اس دلربا کے واسطے۔ فرشتے اُس کے صحیح جوابات سن کر اُسے کامیابی پر مبارکباد دیتے ہوئے کہتے ہیں اب تجھے یہاں کوئی کھٹکا نہیں تو یہاں آرام کر اور نَم کَنَومَۃِ العُروس ایسے سو جا جیسے پہلی رات کی دلہن سوتی ہے۔

اسی عروس سے عرس بنا ہے چونکہ قبر میں اسکی کامیابی پر اُسے خوشی کی نوید سنائی جاتی ہے اس مناسبت سے بزرگان دین کے یوم وصال کو عرس سے تعبیر کرتے ہیں۔ اُس اللہ والے کی کامیابی پر ہم اُس کا عرس مناتے ہیں اس سلسلہ میں حضورؐ کا عمل مبارک ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ آپؐ ہر سال جنت البقیع کے مدفونین کی زیارت

کیلئے تشریف لے جاتے اور اُن کو سلام کہتے ان کیلئے دعائے مغفرت فرماتے ۔اس عمل کے پیش نظر ان بزرگان دین کے مزارت پر سلام دعا، نوافل و درود شریف کی کثرت سے ایصال ثواب کرنا چاہئے اس موقع پر مواعظ حسنہ ومحافل قرآت ونعت سے عقیدت مندوں میں دینی و مذہبی کیفیت اور جوش ولولہ پیدا کرنا چاہئے تاکہ حاضرین اپنی زندگیوں کو اچھے اعمال سے سنوار کر آخروی نجات کا سامان تیار کرسکیں۔ان عرسوں کے تقدس کو ناچ گانے' ڈھول باجے تاشے کھیل کود اور لہو ولعب جیسے مکروہ افعال سے مجروح و پامال نہیں کرنا چاہئے۔

آفتاب ولایت حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش ہجویریؒ اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف المحجوب میں بڑی شدّ ومد سے فرماتے ہیں۔''کہ انسان کی کامیابی شریعت کی تابع فرمانی میں ہے اور اُسکی ہلاکت شریعت کی نافرمانی میں ہے۔'' بزرگان دین کے مزارت رشد و ہدایت اور روحانیت کے مراکز ہیں یہاں سے روحانیت کی دولت انہیں ملے گی جو انکے اس ارشاد پر عمل پیرا ہوں گے اور اگر خلاف شرع حرکات کا ارتکاب کیا تو فیض کا سلسلہ رک جائے گا خالی آئے تھے خالی ہی جانا پڑے گا۔جس طرح آگ اور پانی اکٹھے نہیں رہ سکتے اسی طرح روحانیت اور خرافات بھی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔مخدوم الاولیا حضرت داتا گنج بخشؒ کا 974واں عرس مبارک ہے۔تاریخ بتاتی ہے کہ جو بھی یہاں ادب واحترام اور شریعت کی پاسداری کرتا ہوا حاضر ہوا اس نے روحانیت سے وافر حصہ پایا۔ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا کہ!

سیّد ہجویر مخدوم امم — مرقد اُو پیر سنجر را حرم

خاک پنجاب از دمِ اُو زندہ شُد — صبح ما از مہر اُو تابندہ شد

یہ روحانی مرکز محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔محکمہ اوقاف کے کارپردازوں کو قانونی طور پر عرس کے تقدس کو پامال ہونے سے بچانا چاہئے اور خلاف شرع قبیح حرکات کے ارتکاب کرنے والوں کی گوشمالی کرنا چاہئے تاکہ حضرت داتا گنج بخشؒ کا مزار پُر انوار جو تجلیات کا مرکز ہے یہاں پر حاضر ہونے والے عقیدت منداپنے دلوں کی بنجر زمین کو روحانیت سے سرسبز وشاداب بنا سکیں۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

ایک سکالر کا دین کے مسلّمات کے بارے میں توہین آمیز رویہ

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب

بزعمِ خویش اپنے آپ کو عقلِ کُل سمجھنے والے ایک سوشل میڈیا سکالر آئے دن بعض دینی مسلّمات کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں اور اُن کے بارے میں توہین آمیز رویہ اختیار کرتے ہیں۔ایسے لوگ اپنی مقبولیت کا معیار سوشل میڈیا پر اپنے پیروکاروں یا اپنے چاہنے والوں((Fans کی کثرت کو سمجھتے ہیں۔فیس بک پیج پر آتا رہتا ہے: "اگر آپ اپنے فالورز بڑھانا چاہتے ہیں تو رقم دیجیے' یہ خدمت ہم بجا لائیں گے"۔تعداد کی قلت وکثرت کبھی بھی انبیائے کرام علیہم السلام کی حقانیت کا معیار نہیں رہی' حدیث پاک میں ہے:

"حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے دن) ایک نبی آئے گا اوراس کے ساتھ دو آدمی ہوں گے' ایک نبی آئے گا اوراس کے ساتھ تین آدمی ہوں گے اوراس سے کچھ زیادہ یا کم' اس (نبی) سے پوچھا جائے گا: کیا آپ نے اپنی قوم کو (اللہ کا پیغام) پہنچایا تھا؟ وہ عرض کریں گے: جی ہاں! پھر اس کی قوم کو بلا کر پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے آپ کو پیغامِ حق پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے: نہیں! پھر اُس نبی سے پوچھا جائے گا: تمہارے حق میں گواہی کون دے گا' وہ کہیں گے: محمد (ﷺ) اور اُن کی امت' پھر اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو بلایا جائے گا اور پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے: جی ہاں! پھر امتِ محمدیہ سے پوچھا جائے گا: تمہیں کیسے علم ہوا (یعنی تم تو اُس دور میں نہیں تھے)' وہ عرض کریں گے: (اے اللہ جلَّ جلاَ لُکَ!) ہمیں ہمارے نبی مکرم (سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ) نے اس بات کی خبر دی تھی کہ تمام رسولوں نے (اپنے اپنے دور میں) اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا تو ہم نے ان کی تصدیق کی"(سنن ابن ماجہ:4284)۔

یہ حدیث اپنے سیاق وسباق کے اعتبار سے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کے فضائل کے متعلق ہے لیکن اس میں اس حقیقت کا بھی بیان ہے کہ بعض انبیائے کرام علیہم السلام کے پیروکار انتہائی قلیل تعداد میں ہوں گے۔یہ اُن انبیائے کرام کی ناکامی نہیں ہوگی بلکہ اُن امتوں کی شقاوت اور بدبختی ہوگی کہ انہوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی زبانی دعوتِ حق کو قبول نہیں کیا تھا۔

آج بھی دیکھیں تو پورے عالَم میں مسلمانوں کے مقابلے میں تعداد کے اعتبار سے کفار زیادہ ہیں' تو کیا کفار کی تعداد کا زیادہ ہونا العیاذ باللہ! اُن کے حق ہونے کی دلیل ہے یا مسلمانوں کی تعداد کا کم ہونا العیاذ باللہ! اُن کے ناحق ہونے کی دلیل ہے' حق وباطل کا معیار ومدار قرآن وسنت ہے' دین ہے اور شریعت ہے' اسی

لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں تین مقامات پر قرآن کا اسمِ صفت فرقان (یعنی حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا) بیان فرمایا ہے۔

اصولی بات یہ ہے کہ کائنات کا یہ تکوینی نظام سبب اور مُسبَّب اور علّت اور معلول کی لڑی میں پرویا ہوا ہے‘ اسی لیے ہم اس کو عالَمِ اسباب کہتے ہیں‘ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت نہ ان اسباب کے تابع ہے اور العیاذ باللہ! نہ ان اسباب کی محتاج ہے‘ بلکہ وہی سبب و مسبَّب ((EffectCause &)) کے تانے بانے کا خالق ہے‘ اسی لیے ہم اس کی ذات کو مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب سے تعبیر کرتے ہیں۔ صرف سرسید احمد خاں اور ان کے فکری متبعین نے یہ قرار دیا ہے کہ قوانینِ فطرت ((Laws of Nature اٹل ہیں‘ غیر متبدِّل ہیں‘ ناقابلِ تغیّر ہیں‘ لہٰذا اگر قوانینِ فطرت کے خلاف حدیث ثابت بھی ہو اور وہ قوانینِ جرح و تعدیل کے مطابق صحت کے معیار پر پوری بھی اترتی ہو‘ تو اُسے ردّ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: "صحابی کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے‘‘۔

اس کے برعکس امت کا عقیدہ یہ ہے کہ اگرچہ کائنات میں قوانینِ فطرت کارفرما ہیں‘ لیکن یہ اللہ تعالیٰ پر حاکم نہیں ہیں‘ اللہ تعالیٰ جب چاہے مسلّمہ قوانینِ فطرت کے خلاف اپنی قدرت کا ظہور فرما سکتا ہے اور اسی کو "خارقِ عادت‘‘ کہا جاتا ہے‘ یعنی مدّعیِ نبوت کے ہاتھ پر کسی خارقِ عادت امر کا ظہور ہو جائے تو اُسے "معجزہ‘‘ کہتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بے شمار معجزات مذکور ہیں اور اگر اللہ کے ولی کے ہاتھ پر کسی خارقِ عادت امر کا ظہور ہو جائے تو اُسے "کرامت‘‘ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا: اے درباریو! قبل ازیں کہ وہ (ملکہ سبا کے لوگ) فرمانبردار بن کر میرے پاس آئیں‘ تم میں سے کون ہے جو اس کا تخت میرے پاس لے آئے‘ ایک طاقتور جن نے کہا: (اے سلیمان علیہ السلام!) میں آپ کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے وہ تخت لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا اور میں اس کے لانے کی طاقت بھی رکھتا ہوں اور امین بھی ہوں‘ (اس پر) کتابِ الٰہی کا علم رکھنے والے ایک شخص نے کہا: اے سلیمان (علیہ السلام!) میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے اس کو آپ کے پاس لے آتا ہوں‘ پھر جب (سلیمان علیہ السلام) نے اس کو اپنے سامنے رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں (اس کی نعمتوں پر) اس کا شکر گزار بندہ بنتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو بے شک میرا رب بے نیاز ہے اور بڑا کرم فرمانے والا ہے‘‘ (النمل: 39 تا 40)‘ نوٹ: "قرآن میں ان کا نام مذکور نہیں ہے‘ السنن الکبریٰ للنسائی: 10927 میں اُن کا نام

"آصف" مذکور ہے اور اکثر مفسرین نے اس کا ذکر کیا ہے"۔ اب ظاہر ہے کہ آصف بن برخیا کے ہاتھ پر اس کرامت کا صدور خارقِ عادت کے طور پر تھا۔ اسی طرح دعویٰ نبوت سے پہلے نبی کے ہاتھ پر کوئی خارقِ عادت امر صادر ہو تو اُسے "ارہاص" کہتے ہیں۔ عام مسلمان کے ہاتھ پر کوئی خارقِ امر صادر ہو تو اُسے "معونت" کہتے ہیں اور کسی کافر و منکر اور شعبدہ باز کے ہاتھ پر صادر ہو تو اُسے "استدراج" کہتے ہیں۔ حدیث کی معروف کتاب "مشکوٰۃ المصابیح" میں "باب الکرامات" موجود ہے۔

ہمارے بعض واعظین اور علمائے کرام کراماتِ اولیاء بیان کرتے ہیں تو مذکورہ سکالر ان کے وڈیو کلپ دکھا کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں: "لاؤ ہمیں بھی دکھاؤ"۔ آپ کسی کی کرامت کو نہ مانیں تو آپ کی مرضی، اس کے انکار پر ہم آپ پر کوئی فتویٰ صادر نہیں کریں گے، نبی کا خواب اور الہام وحی ہوتا ہے، جبکہ غیرِ نبی کا خواب اور الہام وحی نہیں ہوتا اور اس کے منکر پر کوئی حکم عائد نہیں ہوگا، حدیث پاک میں ہے: "حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک آدمی کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے" (صحیح البخاری: 6983)۔

اس طرح کا تمسخر تو ہر دور کے کفار انبیائے کرام کا بھی اڑاتے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (1) "اور انہوں نے کہا: ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے تاوقتیکہ آپ ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کردیں یا آپ کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو، پھر آپ اس کے درمیان نہریں جاری کردیں یا جیسا کہ آپ کہتے ہیں: آپ ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرادیں یا آپ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں یا آپ کے لیے سونے کا کوئی گھر ہو یا آپ (ہمارے سامنے) آسمان پر چڑھ جائیں اور ہم آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کو بھی ہرگز نہ مانیں گے تاوقتیکہ آپ ہم پر کوئی ایسی کتاب اتاریں جسے ہم پڑھیں، (اے رسولِ مکرّم!) اُن سے کہیے: میرا رب پاک ہے، میں تو اس کے سوا کچھ نہیں، صرف ایک بشر (اور) رسول ہوں، اور جب اُن کے پاس ہدایت آچکی تو انہیں صرف اس بات نے ایمان لانے سے روکا کہ اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے، آپ کہہ دیجیے: اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور اُن پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر نازل کرتے" (بنی اسرائیل: 90 تا 95)، (2) "اور اگر ہم آپ پر کاغذ پر (لکھی ہوئی) کتاب نازل کریں جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چھوئیں (تب بھی) کافر ضرور یہ کہیں گے: "یہ تو کھلا جادو ہے" اور انہوں نے کہا: "آپ پر فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا" اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو معاملے کا فیصلہ

ہو چکا ہوتا‘ پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو یقیناً وہ بشری شکل میں آتا تو پھر ان کو اُسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں یہ اب پڑے ہوئے ہیں“ (الانعام: 7 تا 9)۔

الغرض یہ مطالبے کرنا کہ اگر یہ کرامتیں درست ہیں تو آج ہمیں یہ کرامتیں کھلے عام دکھا دیں‘ ورنہ ہم نہیں مانیں گے‘ یہ انکارِ حق کا وہی حربہ ہے جو ہر دور کے کفار اختیار کرتے رہے۔ آپ کرامات کا مذاق نہ اڑائیں‘ زیادہ سے زیادہ جو آپ کے پاس گنجائش ہے‘ وہ یہ ہے کہ آپ نہ مانیں‘ کیونکہ یہ سب اخبار وروایات نہ قَطْعِیُّ الثُّبُوت اور قَطْعِیُّ الدَّلَالَۃ ہیں اور نہ ضروریاتِ دین میں سے ہیں کہ ان کے انکار پر کسی کی تکفیر کی جائے یا اُسے ضالّ ومُضِلّ کہا جائے۔ اور اگر آپ کا مو؟ قف یہ ہے کہ آپ خارقِ عادت کسی بات کو ہرگز نہیں مانیں گے‘ تو پھر آپ کو معجزات کا بھی انکار کرنا ہوگا‘ جیسا کہ سرسید احمد خان‘ غلام احمد پرویز اور دیگر نے معجزات کا انکار کیا ہے اور معجزات کی بابت قرآنِ کریم کی صریح آیات کی مَن پسند تاویلات کی ہیں‘ ایسے لوگ آج بھی موجود ہیں اور آئندہ بھی آتے رہیں گے‘ علامہ اقبال نے کہا ہے:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز — چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

میں تو اپنے علمائے کرام سے یہ درخواست کرتا رہتا ہوں کہ اولیائے کرام اور علمائے ربّانیین کی علمی اور عملی زندگی لوگوں کے سامنے بیان کریں‘ جس میں اُن کے لیے نمونۂ عمل ہے اور انہیں اُن کے شعار کے اتباع پر آمادہ کریں‘ علم کی طرف راغب کریں۔ سورہ فاتحہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے انعام یافتہ بندوں کی راہ پر چلتے رہنے کے لیے دعا کی تعلیم فرمائی ہے‘ غوث الفرمائی ہے‘ غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر الجیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا — وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَی الْمَوَالِی

ترجمہ: "میں نے علم حاصل کیا حتیٰ کہ میں مقامِ قطبیت پر فائز ہوا اور میں نے تاجدارِ کائنات ﷺ سے سعادت کو پایا ہے“۔

آپؒ کی عظیم والدہ ماجدہ نے ایسے عالم میں کہ انہیں آپ کی مدد کی ضرورت تھی‘ انہیں اپنے سے جدا کیا اور جیلان سے بغداد علم حاصل کرنے کے لیے روانہ کیا‘ کیونکہ اس وقت بغداد مسلمانوں کا سب سے بڑا علمی مرکز تھا اور آپ نے پہلے علم حاصل کیا‘ پھر طویل عرصے تک اپنے استاذِ گرامی کی مَسند پر بیٹھ کر تدریس فرماتے رہے اور اس کے بعد ریاضت ومجاہدہ اور تزکیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔

ہدیہ تحسین و تبریک

مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف
کے قابل فخر شاہین محترم جناب علامہ محمد ثاقب شریف الازہری
کو جامعہ الازہر مصر میں کلیہ اصول الدین سے ایم فل کی ڈگری حاصل
کرنے پر ہدیہ تحسین و تبریک پیش کرتے ہیں۔

منجانب: طلباء، اساتذہ اور جملہ سٹاف دار العلوم محی الاسلام صدیقیہ پنڈوڑہ ہردو

اعلان داخلہ

دار العلوم محی الاسلام صدیقیہ پنڈوڑہ ہردو و جملہ برانچز میں داخلہ جاری ہے۔ جو طلباء امتحانات سے فارغ ہو چکے ہیں ان کے لئے سنہری موقعہ ہے۔ اپنا وقت ضائع کیے بغیر داخلہ کے لئے تشریف لائیں۔

1۔ شعبہ حفظ: **قابلیت**: پرائمری پاس

قرآن پاک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ سکول کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

2۔ شعبہ کتب: **قابلیت**: مڈل پاس، میٹرک پاس

درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک، ایف۔اے کی کلاسز جاری ہیں۔

دو سالہ تجوید کورس بھی کرایا جائے گا۔

اعلان داخلہ

دار العلوم محی الاسلام صدیقیہ ولائت آباد اور جملہ برانچز میں داخلہ جاری ہے۔ جو طالبات امتحانات سے فارغ ہو چکے ہیں ان کے لئے سنہری موقعہ ہے۔ اپنا وقت ضائع کیے بغیر داخلہ کے لئے تشریف لائیں۔ ادارہ ہذا میں درج ذیل شعبہ جات میں کلاسز جاری ہیں۔

1۔ شعبہ تحفیظ القرآن اہلیت: پرائمری پاس

حفظ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ ششم، ہفتم اور ہشتم کی باقاعدہ کلاسز

2۔میٹرک

آرٹس اور سائنس گروپ امتحان راولپنڈی بورڈ

۳۔ایف اے

آرٹس اور سائنس گروپ

3۔شعبہ درس نظامی:۔ اہلیت: میٹرک پاس دورانیہ کو 6 سال

الدرجۃ الاولیٰ، الدرجہ ثانیہ، ایف کمپوزٹ (راولپنڈی بورڈ)

الدرجہ الرابعہ بی۔اے کمپوزٹ (پنجاب یونیورسٹی)

الدرجۃ السادسۃ (دورہ حدیث شریف)

اختتام کورس پر الشھادۃ العالمیہ کی سند (ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے مساوی ایچ ای سی سے منظور شدہ)

4۔شعبہ تفہیم القرآن اہلیت: میٹرک پاس دورانیہ 3 ماہ

تفصیل کورس مدنی قاعدہ، ناظرہ قرآن پاک

خواتین کے مخصوص مسائل شرعیہ، عقائد اہل سنت والجماعت

اخلاقیات (اربعین نووی)

اختتام کورس پر اعزازی سرٹیفکیٹ

5۔شعبہ سلائی کڑھائی دورانیہ 6 ماہ

اختتام کورس پر سرٹیفکیٹ

6۔شعبہ تجوید قرأت:۔ دورانیہ کورس: 1 سال

اہلیت: مڈل / میٹرک پاس، حافظ قرآن کو ترجیح دی جائے گی۔

فائنل امتحان تنظیم المدارس بورڈ

تمام شعبوں میں داخلہ یکم جون سے جاری ہے۔

ہدیہ تحسین و تبریک

ہم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے الشھادۃ العالمیہ فی العلوم الاسلامیہ والعربیہ
کی سند فراغت حاصل کرنے پر دارالعلوم محی الاسلام صدیقیہ کے طلباء علامہ علی اصغر صاحب،
علامہ ضمیر احمد صاحب، علامہ طاہر اقبال صاحب، علامہ آفتاب احمد صاحب
اور علامہ غلام مبشر صاحب کو ھدیہ تحسین پیش کرتے ہیں۔

منجانب: طلباء، اساتذہ اور جملہ سٹاف دارالعلوم محی الاسلام صدیقیہ پنڈ وڑہ ہردو

تعزیت

پلال ملاں خان:۔ صوفی محمد مسعود کے برادر اور محمد ضیارب اور محمد زیارت کے والد گرامی حاجی محمد اسحاق جو گزشتہ ماہ انگلینڈ میں انتقال کر گئے مرحوم کی نماز جنازہ آبائی گاؤں پلال ملاں خان میں علامہ محمد عاصم شریف نقشبندی نے پڑھائی۔ اللہ کریم مرحوم کی مغفرت و بخشش فرمائے آمین

کاہلیاں:۔ محمد عامر کی والدہ علیل رہنے کے بعد انتقال کر گئی علامہ محمد عاصم شریف نقشبندی نے پڑھائی۔ اللہ کریم مرحومہ کی مغفرت و بخشش فرمائے آمین۔

پنڈ میر گالہ:۔ حکیم محمد مشتاق قریشی صاحب کے چچا محمد اسحاق قریشی گزشتہ ماہ انتقال کر گئے مرحوم کی نماز جنازہ علامہ محمد عاصم شریف نقشبندی نے پڑھائی۔ اللہ کریم مرحوم کی مغفرت و بخشش فرمائے آمین۔

پنڈ میر گالہ:۔ محمد ضیاء الرحمٰن کے برادر محمد فیاض حرکت قلب بند ہونے کے باعث انتقال کر گئے۔ اللہ کریم مرحوم کی مغفرت و بخشش فرمائے آمین۔

سرصوبہ شاہ:۔ مدرسہ للبنات سرصوبہ شاہ کے سکیورٹی گارڈ بابا محمد صدیق عارضہ قلب کی بناء پر انتقال کر گئے۔ ان کی نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں دھیر کوٹ میں ادا کیا گیا۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے بڑے پابند تھے۔ اللہ کریم مرحوم کی مغفرت و بخشش فرمائے اور سوگواران کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔